تلخیص و ترجمہ

گوئٹے اور اسلام

(حکیم عبدالقوی صاحب دریابادی)

(پروفیسر عبدالستار خیری ایم۔اے نے جرمن سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں عنوان بالا پر ایک مضمون سنایا تھا جس کی تلخیص حسب ذیل ہے)

جرمن کے متعلق دنیا جانتی ہے کہ یہ مفکروں، فلسفیوں اور سائنس دانوں کا ملک ہو۔ ہیگل، کانٹ، نطشے، فختے، ہرڈر، پستالوزی، فردبل اور لوتھر وغیرہ کا نام دُنیا کا ہر مہذب شخص جانتا ہے۔ علم کے ہر شعبہ میں درجہ اوّل کے بیسیوں ماہر اور تجربہ کار اس ملک میں پیدا ہوچکے ہیں۔ سنسکرت کے مطالعہ کی تجدید بھی جرمن فضلار کی کاوش کی بدولت ہوئی۔ اسی طرح عربی اور اسلام کے مطالعہ میں بھی سب سے زیادہ دلچسپی جرمنوں نے لی ہے۔

شاید بہتوں کو اس کا علم نہیں کہ لوتھر پہلا جرمن شخص ہے جس نے قرآن مجید کا ترجمہ جرمنی زبان میں کیا۔ بعض اوقات اس کے معترضوں نے اُس پر مسلمان ہونے کا الزام لگایا ہو۔ یورپ میں بڑی مذہبی اصلاح لوتھر کی وجہ سے ہوئی ہے، اور خود لوتھر، اسلامی تخیلات سے بہت کچھ متاثر تھا۔ جرمنی کا شاہ فریڈرک ثانی ملقب بہ باربروسہ بھی اسلام سے غیر معمولی دلچسپی لیتا تھا، اور دراصل یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز اسی کے عہد حکومت میں جرمنی سے ہوا۔ اس فریڈرک کو تعلیم دو مسلمان فاضلوں نے دی تھی۔ اس کے اردگرد مسلم ادیبوں اور مفکروں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔

اور اس کا دربار یورپ سے کہیں زیادہ مشرقی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی سلطنت میں اسلامی علم و ادب کا نشو و نما خوب ہوا۔ ایک مرتبہ وہ اسلامی خلافت کی نقل میں یہاں تک آگے بڑھ گیا تھا کہ پوپ اور شہنشاہ کی طاقتوں کو ایک ذات میں اُس نے مجتمع کرنا چاہا تھا۔ اس کی یہ کوشش کامیاب نہوئی اسی طرح یورپ کی نشأۃ ثانیہ جو اس کے عہد میں شروع ہوئی تھی، قبل از وقت ہونے کے باعث ناکام رہی۔

جن جرمنوں نے اسلام سے غایت دلچسپی لی، اُن سب کے نام گنانا ایک خشک کام ہے، اور محدود وقت اس کے لئے کافی نہیں اس لئے اب میں اصل موضوع پر آتا ہوں۔

گوئٹے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جرمن کا سب سے بڑا شاعر تھا، اور اس کے اثرات اس کے ملک کی حدود سے گزر کر خوب دور دراز پہنچے۔ ۱۷۴۹ء اس کا سنہ ولادت اور ۱۸۳۲ء اس کا سنہ وفات ہے۔ گوئٹے اور اس کی شاعری کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔ عہد ہنو در سے قبل کا جرمن ادب انگلستان میں بالکل غیر مشہور تھا۔ اور ۱۸۲۰ء سے پہلے انگلستان میں گوئٹے کی صرف اس قدر شہرت تھی کہ وہ "ورتھر" کا مصنف ہے۔ اس کے بعد اس کی کتاب "فاؤ نمبرا" (Fause I) شائع ہوئی اور اس سے اس کو یکدم شہرت حاصل ہو گی۔ انگریز شاعر ورڈسورتھ نے گوئٹے کے کلام کے مطالعہ کی کوشش کی مگر چونکہ اس کی جرمن زبان کی استعداد کم تھی اس لئے وہ کچھ چل نہ سکا۔ کالرج نے جو جرمن فلسفہ سے بہت کچھ متاثر تھا، گوئٹے کا اصل کلام پڑھا اور اس کی قوت تخلیق کا پورا اعتراف کیا۔ بائرن بھی گوئٹے کا بہت بڑا شیدائی تھا۔ اس طرح سر والٹر اسکاٹ شیلے، لوکھارٹ اور ولسن نے اس کا بہت اعتراف کیا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ شہرت، انگلستان میں گوئٹے کو اس وقت حاصل ہوئی جبکہ میڈم ڈی اسٹیل کی کتاب "ڈی ال لیمگن" انگریزی زبان پر لندن سے شائع ہوئی۔ بعد ازاں کارلائل نے گوئٹے اور جرمن ادب کے سب سے بڑے نقیب کی حیثیت اختیار کی۔ کارلائل ہی نے جرمن کو شعرا

"منکرین کے ملک" کی حیثیت سے انگلستان میں شہرت دی اور اپنے ملک کی مادیت کا موازنہ جرمن کی روحانیت اور مذہبیت سے کیا۔ اس نے اس ملک والوں کی شاعری کی تعریف اس بناپر خاص طور سے کی کہ یہ شاعری، پابند مذہب اور راسخ الاعتقاد لوگوں کی شاعری ہے، بہ مقابلہ فرانس کی خشک مادی شاعری کے، جس کا شیوع انقلاب فرانس کے دوران میں ہوا جو اُسے ناپسند تھی کارلائل کے نزدیک گوئٹے ایک قابل پرستش ہیرو تھا۔ اس کی رائے تھی کہ جرمن تخیل کے ذریعہ بہت بڑا قدم اس غرض کے لئے اٹھایا تھا کہ تجربات کے مختلف نتائج کو متحد و یکجا کرکے عمیق مذہبی روایات کو عہدِ حاضر کے افراد کی بالغ النظری اور آزاد خیالی کے ساتھ سمویا جائے، اور اس میں مدد لی گئی تھی ذہن و جذبات کی عظیم الشان قوتوں سے۔ کارلائل کے تراجم اور مضمون متعلق گوئٹے کی وساطت سے "ولیم میسٹر" (Wilhelm Meister) کو انگلستان میں گوئٹے کے سب سے اہم کارنامے کی حیثیت حاصل ہوئی۔ گوئٹے کی اسلام فہمی کا اثر بھی کارلائل پر بہت کچھ پڑا تھا۔ اور کارلائل کی کتاب "ہیرو بطور نبی کے" (Hero as a prophet) پہلی ہمدردانہ کتاب تھی جو اسلام کے متعلق انگلستان میں لکھی گئی۔ فی الاصل کارلائل کی یہ تالیف ہی، انگلستان میں اسلام کے خلاف تعصبات کو دور کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اگرچہ سارے تعصبات ابھی تک دور نہیں ہوئے۔ لیکن کارلائل سے قبل تو انگلستان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا، جو اسلام کے حق میں ایک کلمۂ خیر بھی کہتا۔

اب اصل موضوع یعنی گوئٹے اور اسلام پر ہم آتے ہیں

گوئٹے کے کلام میں بہت کچھ وہ ملے گا جو مشرقی اور اسلامی ہے۔ اس کو مشرق سے بہت محبت تھی وہ ہر وقت، مغرب چھوڑ کر سکون و چین کی تلاش میں مشرق جانے کا خواہاں نظر آتا تھا۔ اسکا اپنے متعلق یہ خیال تھا کہ ایران کے حافظ اعظم نے مغرب میں دوسرا جنم لیا ہے۔ سعدیؒ اور جلال الدین رومیؒ سے بھی وہ واقف تھا اور ان کو بڑی ہستیاں سمجھتا تھا۔ اپنے دیوان ویسٹ اوسیلجن میں

(جو اس کے محبوب و پسندیدہ تخیلات و جذبات سے بھرا ہوا ہے) صاف صاف کہتا ہے :-

"یہ ماننا پڑتا ہے کہ شعرائے مشرق، ہم مغربی شعرا کے مقابلہ میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں"
(حکمت نامہ ۱۸)

گوئٹے مشرق کے زوال سے باخبر تھا، لیکن ساتھ ہی اُسے مغرب کے دائمی تفوق و غلبہ کا بھی یقین نہیں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :-

"سورج ڈوب چکا، بایں ہمہ وہ مغرب میں چمک رہا ہے۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تابکے یہ شفق باقی رہے گی" (ساقی نامہ)

مشرق اور اسلام سے جو شیفتگی اُسے تھی، اس کے حوالے اس کی تصانیف سے ہر شخص کو ابر دے سکتا ہے۔ لیکن یہ سب کو معلوم نہ ہوگا کہ اسلام کے عقیدۂ توحید، اور مشیت الٰہی پر تسلیم و رضا سے وہ کس درجہ متاثر تھا۔ وہ (حضرت) محمد (صلعم) کو نبی سمجھتا اور خدا کی وحدانیت کا معتقد تھا۔ اور یہی اسلام کا اصل اُصول ہے۔ اس کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے یہ عقائد کس طرح زندگی بھر اس کے ساتھ رہے

"یہ ایک حماقت ہے کہ ہر شخص اپنے معاملہ میں اپنی ہی رائے کی تعریف کرتا ہے :-
اگر اسلام کے معنی اطاعت خدا کے ہیں تو ہم سب اسلام ہی کے اندر جیتے اور مرتے ہیں" کہا جاتا ہے کہ "اسلام" سے زیادہ کسی لفظ نے گوئٹے کو متاثر نہیں کیا تھا، اور نہ کسی اور لفظ کی صدائے باز گشت اتنی زیادہ اس کے دل میں گونجی۔ لفظ اسلام کا ترجمہ اُس نے ("Ergebung" to God) "خدا کی اطاعت اور اس کی مشیت پر اپنے کو حوالہ کر دینا" سے کیا ہے۔ اس کے اشعار کے علاوہ اس کی تحریریں خطوط، مباحثوں، مذاکروں اور مقالوں میں بھی ایسی ہی مضمون ملتا ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ کوئی شخص اپنی تقدیر بدل نہیں سکتا، اسی کو وہ اسلام کا اصل مغز سمجھتا تھا، اور مرتے دم تک وہ اپنے اس عقیدہ پر جما رہا ۱۸۱۹ء میں اُس نے کانزلر میلر (Kanzler Museller) لکھی جس میں اُس نے اپنی

پختہ رائے حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کیا :-

"تسلیم ورضا، اور اپنے کو ایک بالاتر ہستی کی مشیئت کے حوالہ کر دینا" بہتر مذہب کی حقیقی بنیاد ہیں۔ یہ بالاتر ہستی ساری کائنات کو چلاتی، اور ہمارے تصور سے پرے ہے کیونکہ وہ ہماری قوت استدلال وعقل سے بلند ہے۔ اسلام اور اصلاح شدہ مذہب، ان بنیادوں سے قریب تر ہے۔"

اپنی روزمرہ کی زندگی میں بھی، اسلام کا حوالہ دینا اس کی عادت میں داخل ہوگیا تھا۔ جس زمانہ میں اُس کی رفیقۂ حیات کا انتقال ہوگیا تھا اور اس کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اپنے دوست میٹر سے بھی اس کو جدا ہونا پڑے گا، اس وقت انتہائی رنج وغم کا عالم اس پر طاری تھا۔ اُس وقت اُس نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دی تھی "اب ہم بھی اسلام کے ماتحت رہیں گے یعنی مشیئت ایزدی پر سر تسلیم خم کر دیں گے۔"

جس زمانہ میں وہ اپنی بہو کی خرابی صحت کی وجہ سے حد سے زیادہ پریشان تھا، آہ سرد کھینچکر اُس نے یہ کہا تھا "میں اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس موقع پر بھی میں اسلام کو اختیار کرتا ہوں۔ یعنی اپنے کو بالکل خدا کی مشیت پر چھوڑتا ہوں"

ولرس کی ایک کتاب کو، (جس کے مضامین ایک معقول مذہبی نقطۂ نظر سے متفق معلوم ہوتے تھے) دیکھ کر گوئٹے نے یہ کہا کہ "اسلام ہی اکیلا مذہب ہے جسے ہم سب کو، خواہ جلد، خواہ بہ دیر، تسلیم کرنا ہوگا۔ ایک بار اُس نے اپنے متعلق کہا "میں ہمیشہ سب چیزوں کو چھوڑ کر تسلیم ورضا میں اسلام کی زندگی اختیار کرتا ہوں"

اپنی عمر کے آخری دنوں تک وہ اسلام کی تعلیم دیتا رہا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس نے مسلمانوں کے طریقہ تعلیم کی تعریف ایکرمین سے بایں الفاظ کی "اس سے نوجوانوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے کہ کوئی ایسی چیز انسان کو پیش نہیں آسکتی جو سراپا حکمت خدا نے اس کی تقدیر میں نہیں لکھی۔ اس عقید

کی وجہ سے وہ اس کے لئے تیار ہو جاتے ہیں کہ ساری زندگی ہمت اور بشاشت کے ساتھ گزاریں"

گوئٹے اس کا معتقد تھا کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا۔ نبی کریم (صلعم) کی عجیب و غریب کامیابی کے متعلق وہ اپنے دیوان میں لکھتا ہے :-

"صرف ایک خدا کے تخیل کے ذریعہ اُنھوں نے ساری دُنیا کو مسخر کر لیا ہے"

ان شواہد سے یہ ثابت ہوا کہ گوئٹے خدا کی یکتائی کا قایل تھا۔ (حضرت) محمد کو خدا کا نبی مانتا تھا، اسلام کا صحیح نقطۂ نظر کہ اپنے کو مشیت ایزدی کے سپرد کر دینا چاہئے، ہر وقت اس کے سامنے تھا، اور اس عقیدہ سے اُس نے اپنا غم بہلایا، اور اس کی بدولت اُس کو زندہ رہنے اور ہنسی خوشی زندگی گزارنے کی ہمت ہوئی۔ کیا وہ مسلمان تھا؟